Allama Iqbal Open University AIOU ATTC Solved Assignment No 1 Autumn 2025 Code 101 TRAINING OF TEACHERS-I

سوال نمبر *1:* غیر رسمی تعلیم میں ریڈیو کے کردار کی وضاحت کریں۔

غیر رسمی تعلیم سے مراد وہ تعلیمی نظام ہے جو اسکول، کالج یا یونیورسٹی کے رسمی نظام سے ہٹ کر لوگوں کو سیکھنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ نظام اُن افراد کے لیے نہایت اہم ہے جو مختلف وجوہات کی بنا پر باقاعدہ تعلیمی اداروں میں نہیں جا سکتے۔ اس غیر رسمی نظام میں **ریڈیو** کا کردار نہایت نمایاں اور مؤثر ہے کیونکہ ریڈیو ایک ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جو عام آدمی تک کم خرچ اور آسان طریقے سے علم پہنچا سکتا ہے۔

ریڈیو کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ **دور دراز اور پسماندہ علاقوں** تک بھی پہنچ سکتا ہے جہاں اسکولوں یا اساتذہ کی سہولتیں میسر نہیں ہوتیں۔ اس لیے حکومتوں اور تعلیمی اداروں نے ریڈیو کو تعلیم و تربیت کے فروغ کے لیے ایک طاقتور ذریعہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

1. علم کی فراہمی کا آسان ذریعہ:

ریڈیو غیر رسمی تعلیم کے لیے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور سستا ذریعہ ہے۔ یہ ان پڑھ یا نیم خواندہ افراد کو بھی تعلیم دے سکتا ہے کیونکہ اس میں دیکھنے کے بجائے سننے پر زور دیا جاتا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے معلومات، نصابی موضوعات، صحت، زراعت، ماحولیات، مذہب، اور روزمرہ زندگی کے مسائل پر عوام کو تعلیم دی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، پاکستان میں "ریڈیو پاکستان" اور "*FM* چینلز" نے مختلف تعلیمی پروگرام نشر کیے جو کسانوں، خواتین، اور نوجوانوں کے لیے مفید ثابت ہوئے۔

2. بالغ تعلیم میں ریڈیو کا کردار:

ریڈیو بالغوں کی تعلیم میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بہت سے بالغ افراد جو بچپن میں اسکول نہیں جا سکے، ریڈیو کے ذریعے بنیادی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ مختلف ممالک میں *"Adult Education Programs"* کے تحت ریڈیو سے ایسے اسباق نشر کیے جاتے ہیں جن سے لوگوں کو پڑھنے لکھنے اور حساب کے بنیادی اصول سکھائے جاتے ہیں۔

3. فاصلاتی تعلیم *(Distance Education)* میں ریڈیو کا استعمال:

فاصلاتی تعلیم کے نظام میں ریڈیو کی افادیت سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان میں **علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی *(AIOU)*** نے ریڈیو کو تدریسی مواد پہنچانے کے لیے کامیابی سے استعمال کیا۔ مختلف مضامین کے لیکچر، رہنمائی پروگرام، اور نصاب سے متعلق معلومات ریڈیو کے ذریعے طلبہ تک پہنچائی گئیں۔ یہ طریقہ خاص طور پر اُن طلبہ کے لیے مفید ہے جو دیہی یا پسماندہ علاقوں میں رہتے ہیں۔

4. زراعت اور صحت کی تعلیم:

ریڈیو نے کسانوں اور دیہی عوام کے لیے معلوماتی پروگرام نشر کر کے غیر رسمی تعلیم کو فروغ دیا۔ زراعت سے متعلق پروگراموں میں زمین کی تیاری، بیجوں کے انتخاب، کھادوں کے استعمال، آبپاشی کے نظام اور فصلوں کی دیکھ بھال کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح صحت کے پروگراموں کے ذریعے عوام کو حفظانِ صحت، بچوں کی نگہداشت، ماں کی صحت، اور بیماریوں سے بچاؤ کے بارے میں آگاہی دی جاتی ہے۔

5. خواتین کی تعلیم میں ریڈیو کا کردار:

ریڈیو نے خواتین کی تعلیم و تربیت میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ بہت سی خواتین گھریلو مصروفیات کے باعث باقاعدہ اسکول نہیں جا سکتیں، لیکن ریڈیو کے ذریعے وہ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ خواتین کے لیے خاص پروگرام جیسے "خواتین اور تعلیم"، "صحت مند ماں، صحت مند بچہ"، "ہنر مندی کے کورسز" وغیرہ نشر کیے گئے جنہوں نے خواتین کو باشعور اور بااعتماد بنایا۔

6. ثقافتی اور سماجی تعلیم:

ریڈیو نہ صرف نصابی بلکہ غیر نصابی اور سماجی تعلیم بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے ذریعے عوام میں حب الوطنی، اخوت، امن، برداشت، صفائی، صحت، اور معاشرتی ہم آہنگی کے پیغام عام کیے جاتے ہیں۔ ریڈیو کے ڈرامے اور فیچر پروگرام لوگوں کی اخلاقی تربیت میں مدد دیتے ہیں۔

7. ہنگامی حالات میں تعلیم و آگاہی:

قدرتی آفات جیسے زلزلے، سیلاب یا وبائی امراض کے دوران ریڈیو عوام کو فوری رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مثلاً *COVID-19* کے دوران ریڈیو نے صحت کے بارے میں آگاہی اور گھروں میں تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھنے کے

مشورے دیے۔ اس طرح ریڈیو نے غیر رسمی تعلیم کے میدان میں ایک فوری اور موثر ذریعہ ہونے کا ثبوت دیا۔

8. زبان و ادب کی ترویج:

ریڈیو نے قومی زبان اردو سمیت علاقائی زبانوں کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے ذریعے مشاعرے، کہانیاں، ڈرامے، اور معلوماتی تقریریں نشر کی گئیں جنہوں نے سننے والوں کے ذوقِ ادب کو پروان چڑھایا۔ یہ سب غیر رسمی تعلیمی عمل کا حصہ ہیں کیونکہ یہ سننے والوں کو زبان و بیان میں نکھار دیتے ہیں۔

9. بچوں کے لیے غیر رسمی تعلیم:

ریڈیو نے بچوں کے لیے تفریحی اور تعلیمی پروگرام بھی نشر کیے ہیں۔ جیسے "ریڈیو اسکول"، "کہانیوں کے ذریعے تعلیم"، اور "سبق آموز کہانیاں" وغیرہ۔ ان پروگراموں نے بچوں کی ذہنی نشوونما، تخیل، اور علم میں اضافہ کیا۔

10. محدود وسائل میں بہترین ذریعہ:

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں جہاں بہت سے علاقے اب بھی تعلیمی

سہولیات سے محروم ہیں، وہاں ریڈیو غیر رسمی تعلیم کے فروغ کا سب سے سستا اور آسان ذریعہ ہے۔ اس کے لیے نہ بجلی کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ انٹرنیٹ کی۔ صرف ایک چھوٹا سا ریڈیو سیٹ پورے گاؤں کے لیے علم کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

نتیجہ:

غیر رسمی تعلیم کے فروغ میں ریڈیو کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ اس نے تعلیم کو عوام کی دہلیز تک پہنچایا، لوگوں کو باشعور اور بااعتماد بنایا، اور ایسے طبقے کو علم کے دائرے میں شامل کیا جو پہلے محروم تھے۔ آج کے جدید دور میں اگرچہ ٹی وی اور انٹرنیٹ نے ریڈیو کی اہمیت کچھ کم کر دی ہے، مگر اب بھی ریڈیو دور دراز علاقوں میں علم و آگاہی کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ حکومت اور تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ ریڈیو کے ذریعے غیر رسمی تعلیم کے مزید پروگرام تیار کریں تاکہ ہر فرد علم کی روشنی سے منور ہو سکے۔

سوال نمبر 2: موجودہ رسمی نظامِ تعلیم کی خوبیاں اور خامیاں کیا ہیں؟ وضاحت کریں۔

موجودہ رسمی نظامِ تعلیم سے مراد وہ تعلیمی ڈھانچہ ہے جو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں باقاعدہ طور پر نصاب، امتحانات اور سند (ڈگری) کے ذریعے علم و تربیت فراہم کرتا ہے۔ یہ نظام کسی بھی ملک کے سماجی، معاشی، سائنسی اور اخلاقی ترقی کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا کے اکثر ممالک میں رسمی نظامِ تعلیم جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے، تاہم اس نظام میں کئی خوبیاں اور چند نمایاں خامیاں بھی موجود ہیں۔ ذیل میں ان پر تفصیلی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

رسمی نظامِ تعلیم کی خوبیاں:

1. منظم اور باقاعدہ تعلیمی ڈھانچہ:

رسمی نظام تعلیم کی سب سے بڑی خوبی اس کا منظم ڈھانچہ ہے۔ اس میں طلبہ کی عمر، ذہنی سطح اور تعلیمی صلاحیت کے مطابق درجات بنائے جاتے ہیں جیسے پرائمری، سیکنڈری، انٹرمیڈیٹ اور اعلیٰ تعلیم۔ اس تقسیم سے طلبہ

کو مرحلہ وار تعلیم حاصل کرنے اور ہر درجے پر اپنی استعداد کو بہتر بنانے کا موقع ملتا ہے۔

2. تربیت یافتہ اساتذہ اور معیاری نصاب:

رسمی نظام میں تعلیم دینے والے اساتذہ تربیت یافتہ اور مستند ہوتے ہیں۔ ان کی تربیت کے لیے ٹیچر ایجوکیشن کالجز اور یونیورسٹیاں کام کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں، نصاب تعلیم ماہرین کے زیرِ نگرانی تیار کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ کو سائنسی، ادبی، مذہبی، اور سماجی علوم متوازن طور پر سکھائے جا سکیں۔

3. ڈگری اور سند کا تسلیم شدہ نظام:

اس نظام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے ذریعے حاصل ہونے والی ڈگریاں قومی اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ ہوتی ہیں۔ اس سے طلبہ کو روزگار کے مواقع حاصل کرنے اور اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھولنے میں مدد ملتی ہے۔

4. شخصیت سازی اور نظم و ضبط:

رسمی نظام تعلیم طلبہ کو صرف کتابی علم ہی نہیں دیتا بلکہ نظم و ضبط، وقت کی پابندی، باہمی تعاون اور اخلاقی اقدار کی تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔

اسکولوں میں صبح کی اسمبلی، نصابی سرگرمیاں، کھیلوں اور مقابلوں سے طلبہ کی شخصیت نکھرتی ہے۔

5. سائنسی اور ٹیکنالوجیکل ترقی میں کردار:

موجودہ دور میں رسمی تعلیم نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ انجینئرنگ، میڈیکل، کمپیوٹر سائنس اور سوشل سائنسز کے ادارے نوجوان نسل کو جدید علم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ملک میں معاشی ترقی، صنعتی پیداوار اور تحقیق و جستجو کا رجحان بڑھا ہے۔

6. سماجی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی:

رسمی تعلیم کے ذریعے مختلف طبقوں، نسلوں اور علاقوں کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ اسکول اور یونیورسٹیاں قومی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دیتی ہیں کیونکہ طلبہ ایک ہی نصاب پڑھتے ہیں اور ایک ہی قومی زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

7. پیشہ ورانہ تعلیم اور روزگار کے مواقع:

رسمی نظام تعلیم طلبہ کو مختلف پیشوں کے لیے تیار کرتا ہے۔ مثلاً طب،

انجینئرنگ، تعلیم، زراعت، بینکاری، صحافت وغیرہ۔ ان شعبوں میں تعلیم حاصل کرنے والے افراد ملک کی افرادی قوت کو مضبوط بناتے ہیں۔

8. اخلاقی و مذہبی تربیت:

پاکستان جیسے اسلامی ملک میں رسمی نصاب میں اسلامیات، اخلاقیات اور تاریخ اسلام جیسے مضامین شامل ہیں جن سے طلبہ میں دینی شعور، کردار کی مضبوطی، اور انسانیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

رسمی نظامِ تعلیم کی خامیاں:

1. رٹا سسٹم (یاداشت پر مبنی تعلیم):

موجودہ تعلیمی نظام کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں رٹنے *(cramming)* کا رجحان عام ہے۔ طلبہ حقائق کو سمجھنے کے بجائے یاد کر کے امتحان میں لکھ دیتے ہیں، جس سے ان کی تخلیقی صلاحیتیں اور تنقیدی سوچ متاثر ہوتی ہے۔

2. عملی تربیت کی کمی:

رسمی نظام میں نظریاتی تعلیم کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جب کہ عملی

تربیت پر توجہ نہیں دی جاتی۔ نتیجتاً طلبہ کتابی علم تو حاصل کر لیتے ہیں مگر عملی زندگی میں اسے مؤثر طریقے سے استعمال نہیں کر پاتے۔

3. غیر مساوی تعلیمی مواقع:

پاکستان میں سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کے معیار میں بہت فرق ہے۔ امیر طبقہ مہنگے پرائیویٹ اسکولوں میں جدید تعلیم حاصل کرتا ہے، جب کہ غریب طبقہ سرکاری اسکولوں کے ناکافی وسائل پر انحصار کرتا ہے۔ یہ فرق سماجی عدم مساوات کو بڑھاتا ہے۔

4. غیر ملکی نظام تعلیم کی نقالی:

موجودہ نظام تعلیم میں مغربی طرزِ تعلیم کی تقلید کی جا رہی ہے جس سے ہماری قومی، دینی اور اخلاقی اقدار متاثر ہو رہی ہیں۔ طلبہ اپنی تہذیب اور زبان سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

5. اساتذہ کی تربیت میں کمزوری:

کئی اسکولوں میں اساتذہ کی تربیت ناکافی ہے۔ جدید تدریسی طریقے نہ اپنانے کی وجہ سے طلبہ میں سیکھنے کا جذبہ کم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، اساتذہ کی تنخواہیں اور سہولیات بھی اکثر غیر تسلی بخش ہوتی ہیں۔

6. نصاب میں پرانے مواد کی شمولیت:

رسمی نصاب میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں کم کی جاتی ہیں۔ کئی مضامین میں وہی پرانی معلومات اور مثالیں شامل ہیں جو طلبہ کو عملی زندگی میں زیادہ فائدہ نہیں دیتیں۔

7. امتحانی نظام میں خامیاں:

امتحانات صرف یاداشت کو جانچنے کے لیے لیے جاتے ہیں، نہ کہ فہم، تجزیہ یا تخلیقی سوچ کو پرکھنے کے لیے۔ اس سے وہ طلبہ کامیاب ہو جاتے ہیں جو اچھا رٹ لیتے ہیں، جب کہ ذہین مگر تجزیاتی سوچ رکھنے والے طلبہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔

8. بے روزگاری کا بڑھتا ہوا مسئلہ:

موجودہ تعلیمی نظام طلبہ کو روزگار کے قابل بنانے میں ناکام ہو رہا ہے۔ یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل لاکھوں طلبہ ڈگریاں تو رکھتے ہیں مگر عملی مہارتوں کی کمی کے باعث بے روزگار رہ جاتے ہیں۔

9. تحقیق اور اختراع کا فقدان:

پاکستانی تعلیمی اداروں میں تحقیق پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ بیشتر طلبہ

رٹے پر انحصار کرتے ہیں اور نئی ایجادات یا اختراعات کی طرف راغب نہیں ہوتے، جس سے علمی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔

10. زبانِ تدریس کا مسئلہ:

پاکستان میں اردو، انگریزی اور علاقائی زبانوں کے درمیان تدریسی تضاد موجود ہے۔ مختلف اداروں میں مختلف زبانیں رائج ہیں، جس سے طلبہ میں لسانی الجھن اور تفریق پیدا ہوتی ہے۔

نتیجہ:

موجودہ رسمی نظامِ تعلیم میں جہاں منظم نصاب، تربیت یافتہ اساتذہ اور قومی یکجہتی جیسی خوبیاں ہیں، وہیں رٹا سسٹم، غیر مساوات، اور عملی تربیت کی کمی جیسی خامیاں بھی نمایاں ہیں۔ اگر حکومت اور تعلیمی ادارے نصاب کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالیں، اساتذہ کی تربیت بہتر بنائیں، اور عملی تعلیم پر زور دیں تو یہ نظام قوم کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ رسمی تعلیم کو محض امتحانات تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے ایک ایسے نظام میں بدلا جائے جو ذہنوں کو کھولے، کردار بنائے اور طلبہ کو عملی زندگی کے لیے تیار کرے۔

سوال نمبر *3:* غیر رسمی تعلیم کا تاریخی پس منظر بیان کریں۔

غیر رسمی تعلیم کا تعارف

غیر رسمی تعلیم *(Non-Formal Education)* سے مراد وہ تعلیمی عمل ہے جو رسمی اداروں جیسے اسکول، کالج یا یونیورسٹی کے دائرے سے باہر انجام پاتا ہے۔ یہ تعلیم کسی مقررہ نصاب یا امتحان سے وابستہ نہیں ہوتی بلکہ روزمرہ زندگی کے تجربات، مشاہدات اور معاشرتی تعاملات کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ غیر رسمی تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کو عملی زندگی کے لیے تیار کرنا اور اسے ایسی مہارتیں دینا ہے جو اس کے معاشی، سماجی اور اخلاقی ارتقاء میں مددگار ثابت ہوں۔ یہ تعلیم ہر عمر اور طبقے کے افراد کے لیے موزوں ہے کیونکہ یہ زندگی کے مختلف حالات میں سیکھنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

ابتدائی انسانی دور میں غیر رسمی تعلیم

غیر رسمی تعلیم کی ابتدا انسانی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں ہوئی۔ اُس وقت نہ تو کوئی اسکول موجود تھا اور نہ ہی استاد یا کتاب۔ انسان اپنی بقا کے لیے مختلف صلاحیتیں سیکھتا تھا جیسے شکار کرنا، کھانے پینے کی چیزوں کی پہچان، آتش کا استعمال، جانوروں کو پالنا اور موسمی تغیرات کے مطابق رہائش اختیار کرنا۔ یہ تمام مہارتیں مشاہدے، تجربے اور تقلید کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں۔

بچوں کو ان کے والدین اور بزرگ عملاً سکھاتے تھے کہ کس طرح زندگی گزاری جاتی ہے۔ یہی غیر رسمی تعلیم تھی جو نسل در نسل منتقل ہوتی گئی۔ اس تعلیم میں زبانی روایات، کہانیاں، رسم و رواج، اور اخلاقی اقدار شامل تھیں جو انسانی تہذیب کے ابتدائی خدوخال بن گئے۔

قدیم تہذیبوں میں غیر رسمی تعلیم

قدیم زمانے کی تہذیبوں مثلاً مصری، یونانی، ایرانی، اور چینی تہذیبوں میں بھی غیر رسمی تعلیم کا تصور موجود تھا۔ مصر میں بچے اپنے والدین سے کھیتی باڑی، فن تعمیر اور دستکاری کے ہنر سیکھتے تھے۔ یونان میں فلسفیانہ

مکالمے اور مباحثے غیر رسمی تعلیم کا اہم ذریعہ تھے۔ چین میں کنفیوشس نے اخلاقی تعلیم اور معاشرتی نظم و ضبط کو اہمیت دی جو غیر رسمی تعلیم کی بنیاد بنی۔

ان معاشروں میں تعلیم کا مقصد صرف لکھنا پڑھنا نہیں تھا بلکہ معاشرتی کردار، اخلاقی اقدار اور زندگی کے عملی اصولوں کا ادراک پیدا کرنا تھا۔

اسلامی دور میں غیر رسمی تعلیم کا فروغ

اسلامی تہذیب نے غیر رسمی تعلیم کو ایک منظم شکل دی۔ قرآن و سنت نے علم کے حصول کو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

اسلامی معاشرے میں تعلیم صرف مدارس یا مساجد تک محدود نہیں تھی بلکہ گھروں، بازاروں اور سفر کے دوران بھی علم و حکمت کے تبادلے ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے سن کر آگے لوگوں تک پیغام پہنچاتے تھے۔ یہ سلسلہ دراصل غیر رسمی تعلیم ہی کا ایک بہترین نمونہ تھا۔

اسلامی تاریخ میں غیر رسمی تعلیم کے کئی ادارے وجود میں آئے۔ صوفیاء کرام کی خانقاہیں، علمی محفلیں، اور قافلے اس تعلیم کے مراکز بنے۔ وہاں نہ صرف دینی تعلیم دی جاتی تھی بلکہ معاشرتی آداب، صبر، شکر، اور خدمت خلق جیسے اوصاف سکھائے جاتے تھے۔ اس طرح اسلامی معاشرت نے غیر رسمی تعلیم کو عملی زندگی کا حصہ بنا دیا۔

برصغیر میں غیر رسمی تعلیم کی روایت

برصغیر پاک و ہند میں غیر رسمی تعلیم کی روایت صدیوں پرانی ہے۔ دیہات میں بزرگ افراد، عالم دین یا استاد بچوں کو مسجد یا چوپال میں تعلیم دیتے تھے۔ یہ تعلیم محض دینی نہیں بلکہ اخلاقی اور معاشرتی پہلو بھی رکھتی تھی۔ زبانی روایت کے ذریعے کہانیاں، لوک گیت، اور کہاوتیں نئی نسل کو منتقل کی جاتی تھیں۔

کسانوں اور کاریگروں کے گھروں میں عملی تربیت دی جاتی تھی۔ لڑکے باپ سے پیشہ ورانہ ہنر سیکھتے تھے جبکہ لڑکیاں ماؤں سے گھریلو فنون۔ اس

طرح برصغیر کی معاشرت نے غیر رسمی تعلیم کو روزمرہ زندگی کے ساتھ جوڑ دیا۔

صنعتی انقلاب کے بعد غیر رسمی تعلیم

انیسویں صدی کے وسط میں جب صنعتی انقلاب نے جنم لیا تو دنیا بھر میں تعلیم کی نوعیت بدلنے لگی۔ رسمی تعلیم کا نظام مضبوط ہوا، لیکن غیر رسمی تعلیم کی ضرورت کم نہ ہوئی۔ مزدوروں، کسانوں، اور کاریگروں کو نئی مشینری، ٹیکنالوجی، اور پیداوار کے طریقے سیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ چونکہ ان میں سے زیادہ تر افراد اسکول نہیں جا سکتے تھے، اس لیے غیر رسمی تربیتی پروگرام شروع کیے گئے۔ ان پروگراموں نے لوگوں کو عملی تربیت، پیشہ ورانہ مہارت، اور خواندگی فراہم کی۔ یہی دور غیر رسمی تعلیم کے منظم ہونے کا آغاز تھا۔

پاکستان میں غیر رسمی تعلیم کی اہمیت اور پس منظر

قیام پاکستان کے بعد حکومت کو سب سے بڑا مسئلہ ناخواندگی کا درپیش تھا۔ ملک کی اکثریت دیہات میں رہتی تھی اور رسمی تعلیم کے ادارے محدود تھے۔ ایسے میں غیر رسمی تعلیم ایک مؤثر ذریعہ بنی۔

1950 کی دہائی میں بالغوں کے لیے خواندگی کے مراکز قائم کیے گئے۔

1970 کی دہائی میں حکومت نے غیر رسمی تعلیم کو قومی پالیسی کا حصہ بنایا۔ *1972* میں تعلیم عام کرنے کے لیے "بنیادی تعلیم و بالغ تعلیم پروگرام" شروع کیا گیا جس کے تحت بالغ افراد کو پڑھنا، لکھنا اور بنیادی حساب سکھایا گیا۔

بعد ازاں "نیشنل کمیشن فار ہیومن ڈیولپمنٹ *(NCHD)*" اور "نیویشنل لٹریسی کمیشن *(NLC)*" جیسے اداروں نے بھی غیر رسمی تعلیم کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان اداروں نے دور دراز علاقوں میں بالغوں، خواتین، اور بچوں کے لیے غیر رسمی تعلیمی مراکز قائم کیے تاکہ وہ بنیادی تعلیم حاصل کر سکیں۔

بین الاقوامی سطح پر غیر رسمی تعلیم کا تصور

1970 کی دہائی میں اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو (UNESCO) نے غیر رسمی تعلیم کو عالمی تعلیمی پالیسی کا حصہ بنایا۔ 1972 میں "لرننگ ٹو بی" (Learning to Be) رپورٹ میں یہ مؤقف پیش کیا گیا کہ تعلیم زندگی کے ہر لمحے میں جاری رہنے والا عمل ہے۔ اس کے بعد "لائف لانگ لرننگ" (Life-Long Learning) کا نظریہ سامنے آیا جس کے مطابق سیکھنا کسی عمر یا ادارے تک محدود نہیں۔

دنیا بھر میں غیر رسمی تعلیم کے ذریعے خواندگی کی شرح بڑھانے، خواتین کو بااختیار بنانے، اور فنی تربیت دینے کے لیے مختلف پروگرام شروع کیے گئے۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ممالک میں غیر رسمی تعلیم نے غربت میں کمی اور سماجی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

غیر رسمی تعلیم کے جدید ذرائع

جدید دور میں ٹیکنالوجی نے غیر رسمی تعلیم کو ایک نیا رخ دیا ہے۔ آن لائن کلاسز، یوٹیوب چینلز، ویبینارز، ای لرننگ پلیٹ فارم، اور موبائل ایپلیکیشنز نے تعلیم کو ہر شخص کی پہنچ میں کر دیا ہے۔ اب کوئی بھی فرد گھر بیٹھے

دنیا کے بہترین اساتذہ سے سیکھ سکتا ہے۔

یہ تمام وسائل غیر رسمی تعلیم ہی کی جدید شکلیں ہیں جو وقت، عمر اور مقام کی قید سے آزاد ہیں۔ آج کے دور میں اس تعلیم کا دائرہ صرف خواندگی تک محدود نہیں بلکہ فنی تربیت، کاروباری مہارتوں، صحت، ماحولیات، اور ڈیجیٹل صلاحیتوں تک پھیل چکا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے غیر رسمی تعلیم کی اہمیت

اسلام سیکھنے کے عمل کو زندگی کا لازمی جز قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں غور و فکر، مشاہدہ، اور تجربہ کو علم کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سیکھنے کو عبادت قرار دیا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کو اپنے رب، کائنات اور نفس کی پہچان کے لیے مسلسل سیکھنا چاہیے۔

یہی غیر رسمی تعلیم کی اصل روح ہے جو انسان کو صرف کتابی علم نہیں بلکہ عملی اور روحانی علم بھی فراہم کرتی ہے۔ اس تعلیم کے ذریعے معاشرے میں اخلاق، عدل، بھائی چارہ، اور خدمت خلق کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

غیر رسمی تعلیم کا موجودہ کردار

آج پاکستان سمیت دنیا کے اکثر ممالک میں غیر رسمی تعلیم کو قومی پالیسی کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ دیہی علاقوں میں بالغ تعلیم کے مراکز، خواتین کے تربیتی پروگرام، اور نوجوانوں کے لیے ہنر سکھانے کے ادارے اسی نظام کی کامیاب مثالیں ہیں۔

یہ تعلیم اُن افراد کے لیے خاص طور پر مفید ہے جو اسکول یا کالج نہیں جا سکتے لیکن اپنی زندگی بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ غیر رسمی تعلیم نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ سیکھنے کا عمل کبھی ختم نہیں ہوتا۔

نتیجہ

غیر رسمی تعلیم کی تاریخ انسانی تہذیب کی تاریخ ہے۔ یہ تعلیم ابتدا سے ہی انسانی زندگی کا حصہ رہی ہے اور آج بھی اس کی اہمیت برقرار ہے۔ یہ فرد کو عملی زندگی، پیشہ ورانہ ترقی، اور اخلاقی تربیت کے لیے تیار کرتی ہے۔ اسلامی، معاشرتی اور جدید تقاضوں کے مطابق غیر رسمی تعلیم ہی وہ ذریعہ

ہے جو فرد کو سیکھنے، سمجھنے اور ترقی کرنے کے لیے مسلسل متحرک رکھتی ہے۔

لہٰذا، یہ کہنا درست ہے کہ غیر رسمی تعلیم انسان کی زندگی کی اصل درسگاہ ہے — وہ تعلیم جو کتابوں سے نہیں بلکہ زندگی سے حاصل ہوتی ہے۔

سوال نمبر *4:* رسمی و نیم رسمی تعلیم کے مابین تعلق کی وضاحت کریں۔

رسمی تعلیم کا تعارف

رسمی تعلیم *(Formal Education)* سے مراد وہ منظم تعلیمی نظام ہے جو کسی خاص نصاب، مقررہ اساتذہ، کلاسوں، امتحانات اور ڈگریوں کے ذریعے فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ تعلیم اسکول، کالج اور یونیورسٹی جیسے اداروں میں دی جاتی ہے، جہاں طلبہ کو ایک خاص ترتیب سے علم منتقل کیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد کسی فرد کو تعلیمی، پیشہ ورانہ اور سماجی لحاظ سے باصلاحیت بنانا ہے تاکہ وہ معاشرے میں بہتر کردار ادا کر سکے۔

رسمی تعلیم کے چند نمایاں پہلو یہ ہیں:

- مقررہ نصاب *(Curriculum)* کی پابندی۔
- سند یا ڈگری کا حصول۔

- تربیت یافتہ اساتذہ کی رہنمائی۔

- تدریسی طریقہ کار کی باقاعدہ منصوبہ بندی۔

- مخصوص مدت کے دوران تعلیم مکمل کرنا۔

یہ تعلیم زیادہ تر اسکولوں اور کالجوں میں منعقد ہوتی ہے جہاں طلبہ ایک خاص نظم و ضبط کے تحت سیکھنے کے عمل سے گزرتے ہیں۔

نیم رسمی تعلیم کا تعارف

نیم رسمی تعلیم *(Non-Formal Education)* ایک ایسا تعلیمی نظام ہے جو رسمی تعلیم کے کچھ اصولوں کو اختیار کرتا ہے مگر اس میں لچک، آسانی، اور عملی تربیت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تعلیم اُن افراد کے لیے ہوتی ہے جو رسمی اداروں میں تعلیم حاصل نہیں کر سکے یا کسی وجہ سے تعلیم کا تسلسل برقرار نہیں رکھ سکے۔

نیم رسمی تعلیم میں مقررہ نصاب تو ہوتا ہے مگر اس میں تبدیلی ممکن ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں کو بنیادی خواندگی، فنی مہارت، اور زندگی کے عملی پہلوؤں سے آگاہی فراہم کی جاتی ہے۔

اس تعلیم کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

- نصاب سادہ، لچکدار اور مقامی ضرورتوں کے مطابق ہوتا ہے۔
- وقت اور مقام کی پابندی نہیں ہوتی۔
- بالغ مرد و خواتین، مزدور، کسان، اور بے روزگار افراد کے لیے موزوں ہوتی ہے۔
- سرٹیفکیٹ یا ڈپلومہ مل سکتا ہے مگر یہ رسمی تعلیم کی طرح لازمی نہیں ہوتا۔

- زیادہ تر غیر روایتی اداروں یا حکومتی منصوبوں کے تحت چلتی ہے۔

رسمی اور نیم رسمی تعلیم کا باہمی تعلق

رسمی اور نیم رسمی تعلیم دونوں کا بنیادی مقصد انسانی ترقی، شعور بیداری، اور معاشرتی اصلاح ہے۔ ان دونوں کے مابین گہرا تعلق پایا جاتا ہے کیونکہ یہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

1. **علم و آگہی کا مشترکہ مقصد:**

رسمی اور نیم رسمی تعلیم دونوں ہی علم کے فروغ اور شعور کی بیداری کا ذریعہ ہیں۔ رسمی تعلیم جہاں نظریاتی علم فراہم کرتی ہے، وہیں نیم رسمی تعلیم عملی مہارتیں سکھاتی ہے۔ اس طرح دونوں نظام ایک دوسرے کے معاون بن جاتے ہیں۔

2. **تسلسل کی تکمیل:**

نیم رسمی تعلیم اکثر اُن لوگوں کے لیے ہوتی ہے جو رسمی تعلیم حاصل

نہ کر سکے۔ یعنی اگر کسی فرد نے اسکول چھوڑ دیا تو وہ نیم رسمی نظام کے ذریعے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ سکتا ہے۔ اس طرح نیم رسمی تعلیم رسمی تعلیم کا تسلسل قائم رکھتی ہے۔

3. نصاب اور طریقہ تدریس میں ہم آہنگی:

رسمی تعلیم میں نصاب سخت اور منظم ہوتا ہے، جبکہ نیم رسمی تعلیم میں لچک ہوتی ہے۔ لیکن دونوں میں بنیادی علم، زبان، حساب، سائنس، اور سماجی مطالعے جیسے مضامین مشترک ہوتے ہیں۔

4. استاد اور شاگرد کا رشتہ:

دونوں نظاموں میں معلم اور متعلم کا تعلق اہم ہے۔ رسمی تعلیم میں استاد کی حیثیت ایک رہنما کی ہوتی ہے، جبکہ نیم رسمی تعلیم میں استاد زیادہ دوستانہ اور عملی انداز اختیار کرتا ہے۔ دونوں نظام سیکھنے کے عمل کو بہتر بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

5. تعلیم عام کرنے کا مشترکہ ہدف:

رسمی تعلیم ہر فرد تک نہیں پہنچ سکتی، خاص طور پر دیہی یا دور دراز علاقوں میں۔ ایسے میں نیم رسمی نظام اُس خلا کو پر کرتا ہے جو رسمی نظام چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح دونوں مل کر تعلیم کے فروغ میں کردار ادا کرتے ہیں۔

6. پیشہ ورانہ تربیت میں اشتراک:

رسمی ادارے طلبہ کو علمی بنیاد فراہم کرتے ہیں، جبکہ نیم رسمی ادارے انہیں عملی زندگی کے لیے تیار کرتے ہیں۔ مثلاً ایک طالب علم یونیورسٹی میں معاشیات پڑھتا ہے *(رسمی تعلیم)* اور پھر کسی فنی تربیتی ادارے سے کاروباری مہارتیں حاصل کرتا ہے *(نیم رسمی تعلیم)*۔ اس طرح دونوں تعلیمیں ایک دوسرے کو مکمل کرتی ہیں۔

پاکستان میں رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ نیم رسمی تعلیم کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ ملک میں بہت سے ایسے ادارے موجود ہیں جو تعلیم کو عام کرنے کے لیے دونوں نظاموں کو مربوط کر رہے ہیں۔

1. رسمی تعلیمی ادارے:

اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں رسمی تعلیم فراہم کرتی ہیں جہاں طلبہ کو نصاب کے مطابق پڑھایا جاتا ہے۔

2. نیم رسمی تعلیمی ادارے:

حکومت نے مختلف پروگرام شروع کیے ہیں جیسے "نیشنل کمیشن فار ہیومن ڈیولپمنٹ *(NCHD)*"، "نیشنل لٹریسی کمیشن *(NLC)*"، اور "الف اعلان" وغیرہ، جو دیہی اور پسماندہ علاقوں میں تعلیم کے فروغ کے لیے کام کرتے ہیں۔

3. غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کا کردار:

کئی غیر سرکاری ادارے جیسے "ادارہ تعلیم و آگہی"، "انڈس ریلیف"،

اور "علم فاؤنڈیشن" نیم رسمی تعلیم کے فروغ میں سرگرم ہیں۔ وہ ایسے بچوں اور بڑوں کو تعلیم دے رہے ہیں جو رسمی نظام تک رسائی نہیں رکھتے۔

رسمی و نیم رسمی تعلیم کے درمیان فرق

پہلو	**رسمی تعلیم**	**نیم رسمی تعلیم**
ادارہ	اسکول، کالج، یونیورسٹی	کمیونٹی سینٹر، تربیتی ادارے، بالغ خواندگی مراکز
نصاب	مقرر اور منظم	لچکدار اور ضرورت کے مطابق
استاد	تربیت یافتہ پیشہ ور استاد	فیلڈ ورکر یا تجربہ کار معلم

مدت	مقررہ سالوں پر مشتمل	ضرورت کے مطابق مختصر یا طویل
سند	ڈگری یا سرٹیفکیٹ	اکثر سرٹیفکیٹ یا غیر رسمی سند
ہدف	بچوں اور نوجوانوں پر مشتمل	بالغوں، خواتین اور مزدور طبقے پر مشتمل
طرز	کتابی اور نظریاتی	عملی اور تجرباتی
تعلیم		

رسمی اور نیم رسمی تعلیم کی باہمی تکمیل

1. رسمی تعلیم کی کمزوریوں کا ازالہ:

رسمی تعلیم میں اکثر وقت کی پابندی اور نصاب کی سختی کے باعث کچھ طلبہ تعلیم ادھوری چھوڑ دیتے ہیں۔ نیم رسمی تعلیم ان کے لیے دوبارہ سیکھنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

2. تعلیم کی رسائی میں اضافہ:

رسمی ادارے شہروں تک محدود ہیں، جبکہ نیم رسمی ادارے دیہی علاقوں میں جا کر تعلیم عام کرتے ہیں۔ دونوں کی مدد سے تعلیم کی رسائی ممکن ہوتی ہے۔

3. زندگی بھر سیکھنے کا عمل:

رسمی تعلیم عموماً بچپن اور نوجوانی تک محدود ہوتی ہے، جبکہ نیم رسمی تعلیم ہر عمر کے افراد کے لیے دستیاب ہے۔ اس طرح یہ دونوں مل کر "لائف لانگ لرننگ" کے تصور کو تقویت دیتی ہیں۔

4. قومی ترقی میں کردار:

رسمی تعلیم ذہنی تربیت کرتی ہے، نیم رسمی تعلیم عملی تربیت۔ جب دونوں کو یکجا کیا جائے تو معاشرہ متوازن ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے رسمی و نیم رسمی تعلیم کا تعلق

اسلام تعلیم کو زندگی کے ہر مرحلے میں ضروری قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار غور و فکر، تدبر، اور علم کے حصول کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلام میں تعلیم کا مقصد صرف علم حاصل کرنا نہیں بلکہ عمل اور کردار سازی بھی ہے۔

رسمی تعلیم علم کی بنیاد فراہم کرتی ہے جبکہ نیم رسمی تعلیم اسے عملی زندگی میں استعمال کرنے کی راہیں دکھاتی ہے۔ یہی اسلام کا پیغام ہے کہ علم کو زندگی میں نافذ کیا جائے تاکہ فرد اور معاشرہ دونوں ترقی کر سکیں۔

نتیجہ

رسمی اور نیم رسمی تعلیم ایک دوسرے سے الگ نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ رسمی تعلیم نظریاتی بنیاد فراہم کرتی ہے جبکہ نیم رسمی تعلیم عملی زندگی کے لیے تیار کرتی ہے۔ دونوں مل کر ایک ایسا متوازن

تعلیمی نظام تشکیل دیتی ہیں جو نہ صرف فرد کی ذاتی ترقی بلکہ معاشرتی استحکام میں بھی کردار ادا کرتا ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں جہاں شرح خواندگی کم ہے، وہاں رسمی اور نیم رسمی دونوں نظاموں کا اشتراک ہی قوم کو تعلیمی لحاظ سے مضبوط بنا سکتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ رسمی اور نیم رسمی تعلیم دو پہیے ہیں جو معاشرتی ترقی کی گاڑی کو آگے بڑھاتے ہیں۔

سوال نمبر 5: بالغ طالب علم کی نفسیاتی خصوصیات تحریر کریں۔

تمہید

تعلیم کے عمل میں ہر عمر کے سیکھنے والے افراد کی نفسیاتی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ بچہ، نوجوان اور بالغ فرد علم حاصل کرنے کے معاملے میں یکساں نہیں ہوتے۔ بالغ طالب علم *(Adult Learner)* یعنی وہ فرد جو بلوغت کے بعد تعلیم حاصل کر رہا ہو، اس کی ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی ساخت بچوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ بالغ افراد کے تجربات، سوچنے کے انداز، فیصلے کرنے کی صلاحیت، اور سیکھنے کے طریقے زیادہ حقیقت پسندانہ اور خود مختار ہوتے ہیں۔ اس لیے بالغ طالب علم کی نفسیاتی خصوصیات کو سمجھنا غیر رسمی تعلیم، فنی تربیت اور بالغ خواندگی کے پروگراموں میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

---

1. خود مختاری اور خود اعتمادی

بالغ طالب علم خود مختار اور پُراعتماد ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے تجربات کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے اور سیکھنے کے عمل میں کسی پر مکمل انحصار نہیں کرتا۔ وہ یہ جانتا ہے کہ اسے کیا سیکھنا ہے اور کیوں سیکھنا ہے۔ اس کی خود اعتمادی اسے تعلیمی چیلنجز کا سامنا کرنے میں مدد دیتی ہے۔

بالغ طلبہ عام طور پر اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہیں، دوسروں کے مشوروں کو غور سے سنتے ہیں لیکن فیصلہ خود کرتے ہیں۔ یہی خود اعتمادی انہیں فعال سیکھنے والا بناتی ہے۔

---

2. تجربات سے سیکھنے کی صلاحیت

بچوں کے برعکس بالغ طالب علم کے پاس زندگی کے کئی سالوں کا تجربہ ہوتا ہے، جو اس کی سب سے بڑی قوت ہے۔ وہ کتابی علم کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی تجربات سے سیکھتا ہے۔ مثلاً ایک مزدور یا کسان جب تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی روزمرہ زندگی کے مشاہدات سے مثالیں دیتا ہے، جس سے سیکھنے کا عمل مؤثر بن جاتا ہے۔

تجربات کی بنیاد پر سیکھنے کا یہ انداز اسے عملی زندگی کے مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے اور حل کرنے کے قابل بناتا ہے۔

---

3. مقصدیت اور عملیت پسندی

بالغ طالب علم کے اندر ایک واضح مقصد ہوتا ہے۔ وہ صرف وقت گزاری یا امتحان پاس کرنے کے لیے تعلیم حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کا مقصد اپنی زندگی بہتر بنانا، روزگار کے مواقع بڑھانا یا ذاتی ترقی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقت اور توانائی کو ضائع نہیں کرتا بلکہ مقصد کے حصول کے لیے منظم طریقے سے سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی لیے بالغ تعلیم کے پروگرام ہمیشہ عملی اور ضرورت کے مطابق بنائے جاتے ہیں تاکہ سیکھنے والا اپنی زندگی میں فوری طور پر اس علم کو استعمال کر سکے۔

---

4. ذمہ داری اور سنجیدگی

بالغ طالب علم زندگی کے تجربات کی وجہ سے زیادہ ذمہ دار اور سنجیدہ ہوتا ہے۔ وہ تعلیم کے عمل کو ایک اہم فریضہ سمجھتا ہے۔ بچے اکثر والدین یا اساتذہ کے دباؤ میں پڑھتے ہیں، جبکہ بالغ فرد اپنی ذاتی خواہش اور ضرورت کے تحت تعلیم حاصل کرتا ہے۔

یہی سنجیدگی اس کے سیکھنے کے عمل میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ وہ اپنے وقت، وسائل اور توجہ کو بہتر انداز میں استعمال کرتا ہے۔

---

5. وقت اور حالات کی کمی

بالغ افراد عام طور پر گھریلو ذمہ داریوں، ملازمت، اور معاشرتی مصروفیات میں الجھے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے، اس لیے وہ تعلیم کے لیے مختصر، لچکدار اور سہل مواقع تلاش کرتے ہیں۔

یہ نفسیاتی پہلو ان کے سیکھنے کے انداز پر اثر ڈالتا ہے۔ وہ ایسے کورسز پسند کرتے ہیں جو ان کے حالات سے مطابقت رکھتے ہوں۔ اسی وجہ سے نیم

رسمی اور غیر رسمی تعلیمی پروگرام بالغوں کے لیے زیادہ موزوں سمجھے جاتے ہیں۔

---

6. عمل پر مبنی سیکھنے کی خواہش

بالغ طالب علم نظریات سے زیادہ عملی تربیت کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ اس علم کو زیادہ اہم سمجھتا ہے جسے فوری طور پر اپنی زندگی یا پیشے میں استعمال کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی کسان بالغ تعلیم حاصل کر رہا ہے تو وہ زرعی آلات، کھادوں یا فصلوں کی نئی اقسام کے بارے میں عملی معلومات کو زیادہ مفید سمجھے گا۔

یہی وجہ ہے کہ بالغ تعلیم کے پروگراموں میں عملی مشقیں، تربیتی سرگرمیاں اور مظاہرے لازمی شامل کیے جاتے ہیں۔

---

7. حوصلہ اور خود آگاہی

بالغ طالب علم میں اپنی کمزوریوں اور صلاحیتوں کا شعور زیادہ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کن مضامین میں کمزور ہے اور کن میں بہتر کارکردگی دکھا سکتا ہے۔ اس کے اندر کامیابی حاصل کرنے کا ایک مضبوط جذبہ ہوتا ہے۔

یہ حوصلہ اور خود آگاہی اسے مستقل مزاج بناتے ہیں۔ اگرچہ اسے تعلیم میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، لیکن وہ اپنی محنت سے انہیں عبور کر لیتا ہے۔

---

8. تبدیلی سے گریز اور روایتی سوچ

ایک اہم نفسیاتی پہلو یہ ہے کہ بعض بالغ افراد نئی چیزوں کو اپنانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ وہ روایتی طریقوں کے عادی ہوتے ہیں اور جدید تدریسی وسائل جیسے کمپیوٹر یا موبائل لرننگ سے گھبراتے ہیں۔

یہ رویہ سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ بن سکتا ہے، اس لیے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ صبر، نرمی، اور حوصلہ افزائی کے ذریعے انہیں نئی ٹیکنالوجی سے مانوس کریں۔

---

9. سماجی و معاشرتی عوامل سے اثر پذیری

بالغ طالب علم کے سیکھنے پر اس کے سماجی حالات، خاندانی پس منظر، اور معاشی سطح کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر اسے گھر والوں کی حمایت حاصل ہو تو وہ تعلیم میں بہتر کارکردگی دکھاتا ہے۔ دوسری صورت میں گھریلو یا مالی دباؤ اس کے سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

اسی لیے بالغ تعلیم کے پروگراموں میں سماجی تعاون، گروہی سرگرمیوں اور کمیونٹی سپورٹ کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

---

10. مثبت رویہ اور سیکھنے کی لگن

بالغ طالب علم علم کے لیے مثبت رویہ رکھتا ہے۔ وہ علم کو عزت کی علامت سمجھتا ہے اور اپنی زندگی میں اس کے اثرات کو محسوس کرتا ہے۔ اس کی سیکھنے کی لگن محض ڈگری کے لیے نہیں بلکہ شعور و فہم کے لیے ہوتی ہے۔

یہی رویہ اسے ایک مستقل اور متحرک سیکھنے والا بناتا ہے جو اپنی عمر کے باوجود نئی چیزیں سیکھنے سے نہیں گھبراتا۔

---

11. نفسیاتی استحکام اور جذباتی توازن

بالغ فرد میں جذباتی توازن زیادہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ناکامیوں پر گھبراتا نہیں اور تنقید کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس بچے یا نوجوان اکثر جلد مایوس ہو جاتے ہیں۔ بالغ طالب علم کی یہ خصوصیت اسے زیادہ مؤثر سیکھنے والا بناتی ہے کیونکہ وہ ہر صورتحال میں تحمل اور بردباری سے کام لیتا ہے۔

---

12. عملی زندگی سے تعلق

بالغ طالب علم تعلیم کو زندگی سے جوڑ کر دیکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ علم حاصل کرنے کا مقصد صرف کتابی معلومات نہیں بلکہ اپنی عملی زندگی میں بہتری لانا ہے۔ اسی لیے وہ ایسی تعلیم کو ترجیح دیتا ہے جو اس کی روزمرہ

ضرورتوں سے مطابقت رکھتی ہو، جیسے پیشہ ورانہ تربیت، صحت، زراعت، یا کاروبار سے متعلق علم۔

---

13. تحریک (Motivation) کا کردار

بالغ طالب علم کے سیکھنے کی سب سے بڑی بنیاد اس کی اندرونی تحریک ہے۔ یہ تحریک مالی فائدہ، سماجی عزت، ذاتی ترقی یا خاندانی فلاح کی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس کے اندرونی جذبے کو اگر صحیح سمت میں استعمال کیا جائے تو وہ مختصر وقت میں بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔

---

14. اساتذہ کا کردار بالغ طالب علم کی نفسیات میں

بالغ طالب علم کے لیے استاد کا کردار رہنما کا ہوتا ہے، حکم دینے والے کا نہیں۔ بالغ افراد احترام کے ساتھ سیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے تجربات کو تسلیم کیا جائے۔ اس لیے بالغ تعلیم دینے والے استاد کو چاہیے کہ وہ

انہیں گفتگو، مثالوں، اور اشتراکِ رائے کے ذریعے سکھائے تاکہ ان کی خود اعتمادی متاثر نہ ہو۔

---

15. مذہبی و اخلاقی رجحان

اکثر بالغ افراد تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور مذہبی پہلوؤں میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تعلیم ان کے اخلاق، کردار، اور روحانی زندگی میں بہتری لائے۔ اس لیے بالغ تعلیم کے پروگراموں میں اسلامی تعلیمات، سماجی خدمت، اور اخلاقی تربیت کے پہلو شامل کیے جاتے ہیں۔

نتیجہ

بالغ طالب علم ایک باشعور، تجربہ کار اور مقصد شناس فرد ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اس کی نفسیاتی خصوصیات جیسے خود مختاری، تجربہ، ذمہ داری، حوصلہ، اور عملیت پسندی اسے ایک منفرد سیکھنے والا بناتی ہیں۔

اساتذہ، تربیت دہندگان اور تعلیمی ماہرین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بالغ طالب علم کے ان نفسیاتی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے تدریسی حکمتِ عملی وضع کریں۔ اگر اس کے تجربات کا احترام کیا جائے، نصاب کو عملی زندگی سے جوڑا جائے، اور تدریس میں لچک پیدا کی جائے تو بالغ تعلیم کے نتائج نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔